بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآنی عربی کورس(3.1)

تین طلاق کا قانون (حصہ اوّل)

قدرے طویل تعارف کے بعد ہم اپنے قرآنی کورس کے پہلے سیکشن3.x کا آغاز "۳طلاق کا قرآنی قانون" سے کر رہے ہیں۔اس سیکشن (3.x) میں ہم عربی گرائمر سیکھے بغیر قرآن کے ترجمے کی مدد سے قرآنی ہدایات اور متعلقہ اطلاعات کا مطالعہ کریں گے۔اس نئے سیکشن کو متعارف کرانے کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے خود مشاہدہ کریں کہ ایک غیر عرب کے لئے بھی قرآنی ھدایات کو سمجھنا بہت آسان ہے۔اور یہ بات جو پھیلائی گئی ہے کہ قرآنی ہدایات کو سمجھنے کے لئے بہت عربی جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، بالکل غلط ہے۔

اگر صحیح طور پر مشاہدہ کیا جائے تو عربی سیکھنے کے بعد اکثر لوگ انسان کے تخلیق کردہ ادب (Literature) کے بیان کے طریقوں کے مطابق قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی ادب یا شاعری کے بیان کا طریقہ قرآن میں استعمال ہی نہیں کیا ہے۔قرآن کے بیانات تو ہدایت (Instruction)اور قانون کی حکمتوں (Technicalities) کے خطوط پر ہیں۔یہ اور بات ہے کہ خدا/اللہ نے اپنی بے مثال صلاحیت کا استعمال کر کے اپنے قانون، ہدایت، اور وعظ کی زبان کو انسانی ادب اور شاعری کی زبان سے بھی زیادہ بہتر بنا ڈالا ہے۔ایسا کرنے کی دو حکمتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ایک یہ کہ قرآن کا بیان صاف طور پر ظاہر کرے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔دوسرے یہ کہ قرآنی آیات کو یاد کرنا آسان ہو جائے۔یہ عام تجربے کی بات ہے کہ ایک خاص حکمت یا خوبصورت ترتیب سے کہے یا لکھے ہوئے الفاظ آسانی سے یاد ہو جاتے ہیں۔

یہ بات ہم دوبارہ کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ خدا کے پیغامات کو سمجھنے کے ضمن (Dimension) میں قرآن کی زبان Technical ہے، یہاں انسانی ادب یا شاعری کے بیان کے طریقے قطعی استعمال نہیں ہوئے ہیں۔قرآن ہدایت اور قانون کی کتاب ہے، اور ہدایت (Instruction)اور قانون میں ادبی زبان(Literary Language) استعمال نہیں کی جاتی۔

قرآن فہمی کے لئے کتنی عربی کی ضرورت ہوتی ہے؟

قرآن کے کسی قانون کو سمجھنے کے لئے کم از کم کتنی عربی جاننے کی ضرورت ہوگی، اس کا اندازہ آپ پہلے سے نہیں لگا سکتے۔لہذا آپ زیرِ غور قرآنی بیان کا اپنی زبان میں لفظی ترجمہ پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کیجئے۔پھر جہاں کہیں کسی عربی لفظ یا محاورے (Expression) کا ترجمہ قابل فہم یا قابل قبول معنی نہ دے رہا ہو، وہاں اس لفظ یا محاورے کا قرآن کے متعلقہ بیان میں ٹھیک بیٹھنے والا مفہوم خود اپنی معلومات، کتابوں، دوسرے لٹریچر

یا کسی عربی جاننے والے سے معلوم کر لیجئے،اس طرح آپ قرآن کاایک قانون بہت تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا وقت لگا کر بالکل درست طور پر جان لیں گے۔

تین طلاق کے قانون کو سمجھنے کے طریقے

تین طلاق کے قرآنی قانون کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے:

۱۔ دو متضاد رائے میں سے صحیح کا انتخاب

۲۔ متعلقہ قانون کا باقاعدہ مطالعہ

ہم اس قسط میں صرف پہلا طریقہ بیان کر رہے ہیں،دوسرے طریقے کا بیان انشاء اللہ اگلی قسط میں ہوگا۔

دو متضاد رائے میں سے صحیح کا انتخاب

یہ طریقہ اس قدر آسان ہے کہ ایک ناخواندہ شخص بھی اسے استعمال کر سکتا ہے۔اس بات کو ایک مثال سے سمجھیئے۔

ایک شخص کا بیٹا اپنی بیوی کو ایک ہی موقع پر تین بار طلاق کہہ چکا ہے۔اس پر کچھ عالموں کا کہنا ہے کہ اب وہ شخص نہ تو عدت کے دوران اپنی بیوی کو واپس لے سکتا ہے اور نہ ہی عدت گذرنے کے بعد اس سے نکاح کر سکتا ہے۔جبکہ دوسرے عالموں کا کہنا ہے کہ ایک موقع پر ایک ہی طلاق دی جا سکتی ہے اس لئے اس کی تین طلاقیں قانونی طور پر ایک ہی ہے۔اسطرح وہ شخص اپنی بیوی کو عدت کے دوران واپس بھی لے سکتا ہے اور عدت گذرنے کے بعد وہ دونوں باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی کر سکتے ہیں۔اس الجھن کے پیشِ نظر طلاق دینے والے کا باپ ایک مسجد کے اِمام کے پاس جاتا ہے،پھر ان دونوں کے درمیان تین طلاق کے حوالے سے جو مکالمہ ہوتا ہے وہ درج ذیل ہے۔

شخص: امام،میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے پوری دیانتداری سے خدا کا قانون بتا۔میں ان پڑھ انسان ہوں،میں عربی بالکل نہیں جانتا۔لہذا مجھے قرآن کا قانون اردو زبان میں بتا۔اور دیکھ،خدا کے قانون میں اپنی رائے یا کسی اور عالم کی رائے مت ملا دینا بلکہ مجھے صرف اور صرف وہ قانون بتا جو خدا نے قرآن میں لکھا ہے۔کیا خدا نے لکھا ہے کہ تین طلاق الگ الگ موقعہ پر ہی دی جا سکتی ہے؟ کیا "موقع" کا لفظ خدا کے قانون میں موجود ہے؟

امام: خدا کے قانون میں موقع کا لفظ موجود نہیں ہے۔

شخص: اگر "موقع" کا لفظ موجود نہیں ہے تو پھر خدا کے قانون میں کونسا لفظ ہے؟

امام: وہاں لفظ "مَرَّتٰنِ" آیا ہے۔

شخص: مَرَّتٰنِ کا اردو میں معنی کیا ہے؟

امام: مرتبہ، بار، دفعہ، وغیرہ

شخص: کیا کسی کام کو تین مَرَّتٰنِ (تین مرتبہ) کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کام مختلف موقعوں پر ہی کیا جائے؟ کیا اس کام کو ایک وقت میں تین بار نہیں کر سکتے؟

امام: اس کا دارومدار کام کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ مثلاً ہم دن کی پانچ نمازیں الگ الگ اوقات میں پڑھتے ہیں جبکہ "سبحان اللہ" کی تسبیح ہم ایک ہی وقت میں ۳۳ مرتبہ پڑھ ڈالتے ہیں۔ بالخصوص زبان سے بولنے کا عمل ایسا ہے جسے ایک ہی موقع پر کئی بار دہرایا جاسکتا ہے، اسی لئے نکاح کے موقع پر ایک عورت ایک ہی وقت میں تین بار ایجاب دیتی ہے اور مرد بھی ایک ہی موقع پر تین بار قبول کرتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور مثال زبان کے عمل کے بجائے عملی قانون سے لیجئے۔ فرض کیجئے: ٹریفک کا قانون ہے کہ تین دفعہ سگنل توڑنے پر آپ کا ڈرائیونگ لائسنس ضبط ہو جائے گا۔ اب آپ آج ایک سگنل توڑیئے، پھر دو سال بعد دوسرا سگنل توڑ ڈالیئے پھر اس کے کئی سال بعد تیسرا سگنل توڑ دیجئے، اس طرح تین بالکل مختلف موقعوں پر تین سگنل توڑنے سے آپکا لائسنس ضبط ہو جائے گا۔ اس کی دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ایک سگنل توڑیئے، دوسری چورنگی پر جا کر دوسرا توڑ ڈالیئے، پھر تیسری چورنگی پر پہنچ کر تیسرا بھی توڑ دیجئے، اس صورت میں بھی آپ کا لائسنس ضبط ہو جائے گا۔ یعنی قانون کا اطلاق ۳ دفعہ سگنل توڑنے پر ہوگا، خواہ تین سگنل آپ ایک منٹ کے اندر توڑ ڈالیں یا کئی سال کے عرصے میں۔

شخص: پھر خدا کا قانون میری سمجھ میں آ گیا کہ تین مرتبہ طلاق ایک ہی موقع پر دی جاسکتی ہے اور الگ الگ موقعوں پر بھی، اگر تین الگ الگ موقعوں کی شرط ہوتی تو خدا "مرتبہ" کے بجائے "موقع" کا لفظ استعمال کرتا۔

قرآن فہمی کے لئے ذاتی غور و خوض ضروری ہے

اوپر مثال ایک ایسے شخص کی دی گئی ہے جسے قرآن کے قانون پر غور و خوض کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے قرآن کا قانون ٹھیک ٹھیک بتائے یعنی قرآن کے قانون کے الفاظ تبدیل نہ کرے۔ اگر یہ قرآنی قانون جاوید احمد غامدی جیسے عالم سے پوچھا جائے تو وہ عالم "تین مرتبہ" کے الفاظ کو "تین موقع" کے الفاظ سے تبدیل کر کے خدا کے نام پر اپنا قانون بتادے گا۔

جہاں تک پڑھے لکھے لوگوں کا تعلق ہے، جو باتیں اوپر مثال میں ایک مسجد کے امام سے منسوب کی گئی ہیں، وہ باتیں وہ لوگ خود سوچ اور سمجھ سکتے ہیں۔ یاد کیجئے ہم نے کورس کے تعارف میں اس بات پر زور دیا تھا کہ قرآنی ہدایات کو سمجھنے کے لئے برائے نام عربی زبان لیکن متعلقہ حد تک غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ تین طلاق کا قرآنی قانون جاننے کے لئے صرف لفظ "مَرَّةً" کا معنی جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، باقی سارا کام غور و خوض کا ہے۔

خدا نے قرآن میں ہدایات کو اس قدر آسان طور پر بیان کیا ہے کہ اگر ایک ناخواندہ شخص بھی اپنے ذہن کی سطح پر غور کرے گا تو وہ قرآن کی ان ہدایات کو سمجھ لے گا جن کا تعلق اس شخص کے معاملات سے ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس شخص کو لفظ بہ لفظ خدا کی ہدایت اس کی زبان میں ترجمہ کر کے بتادی جائے۔

جاوید احمد غامدی کی نظر میں خدا کو قانون لکھنا نہیں آتا

یوں تو غامدی صاحب کھلے لفظوں میں خدا کی کسی قابلیت پر کوئی حرف نہیں لاتے لیکن ان کی تشریحات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں قانون سازی کا فن صرف مغربی قانون ساز (Legislators) ہی جانتے ہیں، خدا نہیں جانتا، اور خدا سے قانون کے الفاظ کے انتخاب میں نعوذ باللہ غلطی ہوتی ہے مثلاً

۱۔ خدا لکھتا ہے تیسری مرتبہ طلاق حالانکہ وہ کہنا چاہتا ہے تیسرے موقع پر طلاق

۲۔ خدا کا قانون ہے کہ غصہ یا مذاق میں طلاق نہیں ہوتی ہے مگر وہ یہ بات اپنے قانون میں سرے سے لکھنا بھول گیا۔

یہ الگ بحث ہے کہ اگر خدا قانون میں لکھنا بھول گیا تو یہ بات غامدی صاحب کو کس طرح معلوم ہوئی؟ اگر غامدی صاحب اپنے دفاع میں عقلی جواز پیش کریں تو کیا ان کی منطق خدا کے قانون کے الفاظ کو بدل سکتی ہے؟ قانون تو وہی ہوتا ہے جو قانون کے الفاظ سے نکلتا ہے۔

درست ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے قانون میں "مرتبہ" کا لفظ استعمال کیا ہے تو ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ حکیم رب نے یہ لفظ حکمت کی بنیاد پر چُنا ہے اور اس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے یعنی اس کا قانون یہ ہے کہ تین مرتبہ طلاقیں ایک موقع پر بھی دی جاسکتی ہیں اور الگ الگ موقعوں پر بھی۔ اگر خدا کا نکتہ یہ ہوتا کہ تین طلاقیں صرف الگ الگ موقعوں پر ہی دی جاسکتی ہیں یا یہ کہ غصہ اور مذاق میں طلاق نہیں ہوتی، تو خدا نادان یا incapable نہیں ہے کہ وہ یہ باتیں اپنے قانون میں نہیں لکھتا (نعوذ باللہ)۔ خدا علیم و حکیم بھی ہے اور قادرِ مطلق بھی ہے، لہٰذا اسے قانون لکھنا آتا ہے اور اسکے قانون کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ العزیز ہے۔ لہٰذا جاوید غامدی اور ان جیسے دوسرے خواتین و حضرات کو خدا کی قابلیت کے متعلق اپنا ایمان درست کرنا چاہیے۔ یہ لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں مگر اس کے علیم و حکیم اور عزیز و قادرِ مطلق ہونے کی صفات پر پورا ایمان نہیں رکھتے۔

نوٹ: ذاتی صلاحیت اور قدرت کے مفہوم میں لفظ "عزیز" اور لفظ "قدیر" ہم معنی ہیں۔ لیکن "عزیز" میں "دوسروں کے مقابلے میں بالادستی" کا مفہوم (Connotation) بھی پایا جاتا ہے۔ یاد کیجئے سورۂ یوسف میں یوسفؑ کے مالک کو عزیز کہا گیا ہے۔ یعنی وہ مصر میں ایک ایسے اعلیٰ منصب پر فائز تھا کہ اس کا فیصلہ آخری ہوتا تھا۔ لہٰذا جب اُس نے داروغۂ جیل کو کہہ دیا کہ یوسفؑ کو جیل میں ڈال دیا جائے تو یوسفؑ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ یعنی کوتوال کو عزیز کے فیصلے کے مطابق عمل کرنا لازم تھا۔ وہ عزیز کے فیصلے سے سرتابی کا تصور نہیں سکتا تھا نہ ہی اس کی یہ مجال تھی کہ وہ عزیز سے فیصلے کی وجہ، یعنی یوسفؑ کا جرم دریافت کرتا۔ اسی طرح خدا کے العزیز (Supreme Power) ہونے کی ایک جہت (Dimension) یہ ہے کہ جب خدا نے "۳ مرتبہ طلاق" لکھا ہے تو اسے کوئی بھی "۳ موقع پر طلاق" میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ "۳ مرتبہ طلاق کہنا" اور "۳ موقعوں پر طلاق کہنا" ایک ہی معنی نہیں رکھتے بلکہ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔

سورۃ طلاق کا حوالہ

تین طلاق کو ایک شمار کرنے والے اکثر و بیشتر سورۃ طلاق کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہاں پر موقع نہیں ہے کہ سورۃ طلاق کی آیات کی تشریح کی جائے۔ ایک بات اصولی طور پر جان لیجئے کہ قرآن میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ لہٰذا سورۃ البقرہ میں تین طلاق کا جو قانون موجود ہے، اس کے خلاف سورۃ طلاق یا کسی بھی دوسری سورت میں کوئی آیت موجود نہیں ہے۔ اس سلسلے میں دوسری سچائی یہ ہے کہ تین یا تیسری طلاق کا ذکر سورۃ البقرہ کے علاوہ کسی اور سورۃ میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ آج کے روشن خیال مسلمانوں کا مسئلہ ہے کہ انہیں نہ سورۃ البقرہ کی آیات سمجھ میں آتی ہیں نہ ہی سورۃ طلاق کی۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کے روشن خیال مسلمانوں پر مغربی تہذیب کا غلبہ ہے۔ یہ لوگ پہلے مغرب کے خیالات کو درست مان لیتے ہیں، پھر قرآن کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر قرآن کے قانون کو مغربی خیالات کے سانچے میں ڈھالنے کی بھونڈی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن صاف طور پر کہتا ہے کہ صرف اللہ کا بتایا ہوا راستہ سیدھا ہے اور باقی تمام راستے ٹیڑھے ہیں۔

کچھ علماء کی بچکانہ توجیح

پاکستانی TVچینل کے ایک گفتگو پروگرام(Talk Show)میں ایک شیعہ عالم نے درج ذیل نکتہ پیش کیا

"طلاق ایک ہی ہوگی،چاہے لفظ(طلاق)کئی مرتبہ استعمال کیا جائے۔اس کی ایک وجہ بالکل واضح ہے کہ طلاق کے معنی ہیں جدائی یا آزادی۔۔۔جب(ایک طلاق سے)جدائی ہوگئی تب وہ میاں بیوی نہیں رہے۔جب میاں بیوی نہیں رہے تو اس لفظ کو دوبارہ،ہم اگر زبان سے جاری کرتے ہیں تو وہ کیا چیز ہے جسکو ہم جدا کر رہے ہیں؟یہ تو پہلے ہی جُدا ہو چکے ہیں۔اس لیے طلاق کا لفظ چاہے کتنی ہی دفعہ استعمال کیا جائے،ایک ہی حساب کی جائے گی۔"

یہ منقول توجیح آپ درجِ ذیل لنک کو کلک کر کے سن سکتے ہیں۔

https://www.youtube.com/watch?v=WI5P3mXJFNY

علامہ صاحب کی توجیح سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دوسرے عشرہ کے بچوں(Teenagers)کی طرح سمجھتے ہیں کہ ہر لفظ کا بس وہی مطلب ہوتا ہے جو لغت میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ Technical بات یہ ہے کہ جب بات قانون کی ہو رہی ہو تو قانونی مفہوم کو دیکھنا چاہیے۔قانونی مفہوم بھی معنی کی کوئی قسم ہے،یہ بات علامہ صاحب کو معلوم ہی نہیں۔اس سے تو یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ موصوف نکاح میں تین دفعہ ایجاب دینے اور تین دفعہ قبول کرنے کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔اگر لغوی معنی ہی سب کچھ ہوتا ہے تو پھر ایک دفعہ شریکِ حیات کو قبول کر لینے کے بعد آخر وہ کیا چیز ہوتی ہے جسے مرد دوسری دفعہ قبول کرتا ہے؟اسی طرح وہ کیا چیز ہوتی ہے جسے مرد ۲ دفعہ قبول کرنے کے بعد تیسری دفعہ قبول کرتا ہے؟

اگر کسی طوطا عالم کو معنی سمجھ میں نہیں آتا تو اسے سچ بولنا چاہیے کہ اسے ایک موقع پر ۳ مرتبہ قبول کرنے یا ۳ دفعہ جدا کرنے کا قانونی مطلب معلوم نہیں ہے،نہ کہ ایک طوطا عالم کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے خدا کے قانون کو بدل ڈالے؟قانون تو وہی ہوتا ہے جو قانون کے الفاظ بتاتے ہیں اور قانون میں کہیں بھی نہیں ہے کہ ایک وقت میں جتنی بھی طلاقیں دی جائیں وہ ایک ہی شمار ہونگی۔

آج دفاتر ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔دفاتر کے اس دور میں علامہ صاحب کو یہ بات بھی معلوم نہیں ہو سکی کہ جب کسی ملازم کو Suspend کیا جاتا ہے تو وہ اس ملازمت سے جدا نہیں ہو جاتا۔نیز اس Suspension کے دوران Authority اس کے بارے میں حتمی فیصلہ کرتی ہے کہ اسے دوبارہ بحال کر دیا جائے یا اسے سبکدوش کر دیا جائے۔اس سے ملتا جلتا حال(گرچہ سو فی صد نہیں)طلاق کا ہے۔ہر مسلمان جانتا ہے کہ بالخصوص پہلی اور دوسری مرتبہ طلاق کہنے کے فوراً بعد عورت جدا نہیں ہو جاتی بلکہ عدت کے دوران عورت کا رشتہ اسکے شوہر سے Suspension کی حالت میں قائم رہتا ہے۔لہٰذا یہ کہنا کہ Suspension کی مدت میں اتھارٹی اپنا حتمی فیصلہ کرنے کا حق استعمال نہیں کر سکتی،ایک غیر منطقی،ایک غیر علمی اور ایک غیر قانونی بات ہے۔

آخر میں یہ بات نوٹ کیجئے کہ ہم نہ شیعہ فقہ جانتے ہیں اور نہ ہی اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ غلطی ایک شیعہ عالم نے کی ہے۔ مسئلہ سنی پرسنل قانون (Personal Laws) کا تھا۔ لہذا اس پروگرام میں کسی شیعہ عالم کو شریک نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیا شیعہ علماء اپنے Personal Law کے لئے سنی یا عیسائی عالموں کو شریکِ مباحثہ کریں گے؟ اگر نہیں، تو ایک شیعہ عالم نے سُنی Personal Law میں مداخلت کیوں کی؟ اور اپنی بچکانہ توجیح سے بہت سے سُنی دماغوں کو کیوں گمراہ کیا؟

نوٹ: اگلی قسط میں ہم انشا ءاللہ ۳ طلاق پر قرآنی آیات کا باقاعدہ مطالعہ کریں گے۔ اور یہ مطالعہ عربی قواعد سیکھے بغیر صرف ترجمے کی مدد سے کیا جائے گا۔

والسلام

ڈاکٹر نواب احمد (USA)